۲۰

موجودہ مشکلات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے

(فرمودہ ۲۴۔ جون ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (توبہ : ۲۴)

اس آیت کو اس خطبہ جمعہ میں جو میں نے ڈلہوزی کے مقام پر پڑھا تھا تلاوت کرتے ہوئے مجھے معلوم نہ تھا کہ ہماری جماعت کے ایک فرد کو بھی اسی قسم کا ایک موقع پیش آنے والا ہے جس نے اسی آیت کے حکم کے ماتحت اپنے آرام و آسائش کو رسول کریم ﷺ کی عزت کے لئے قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے ابتلاؤں اور آزمائشوں کی خواہش کرنا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن جب کسی کی خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہو۔ اور وہ اس میں پورا اترے تو ایسا انسان اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اسے مبارک دی جائے کہ اس نے حق ادا کیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب: ۲۴) اور فرماتا ہے۔ خدا کی راہ میں مرنے والوں کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ جو خدا کی راہ میں جان دیتا ہے اسے کیوں مردہ کہہ کر دوسروں کے دلوں میں ڈر اور خوف پیدا کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کے دین کی عظمت کے لئے تکلیف اٹھانا خوشی اور مسرت کا موجب ہے۔ ایسا انسان اتنا ہمدردی کا مستحق نہیں جتنا مبارکباد کا مستحق ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہماری جماعت کے بہت سے لوگوں کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہو گا کہ اس وقت جب کہ رسول کریم ﷺ کی عزت پر ناپاک سے ناپاک حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور آپ کی عزت کی حفاظت کے لئے موجودہ قانون میں کوئی طاقت نہیں ہے وہ کیا کریں۔ کون سی قربانیاں کریں۔

جن سے رسول کریم ﷺ کی عزت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہو جائے۔ میں سمجھتا ہوں۔ ہم میں سے ہر وہ شخص جس نے سچے طور پر احمدیت کو قبول کیا ہے رشک کرتا ہو گا ان لوگوں پر جن کو خدا تعالیٰ کے رستہ میں تکلیف اٹھانے کا موقع ملا۔ اور وہ اس بات کی تڑپ رکھتا ہو گا کہ اسے بھی خدا تعالیٰ ایسے کام کرنے کی توفیق دے جن سے اس کا ایمان کھرا ثابت ہو۔ اور خود اس پر بھی اور دوسروں پر بھی ظاہر ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کی ذات 'اس کی صفات 'اس کی قدرت 'اس کی طاقت پر اسے ایسا یقین ہے کہ کوئی خطرہ اور کوئی خدشہ اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا۔ لیکن ایسے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے قوانین اور اس کی حکمتوں کے ماتحت صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔

اس زمانہ میں جس طرح متواتر رسول کریم ﷺ کی ہتک کثرت سے کی جارہی اور کثرت سے پھیلائی جارہی ہے۔ اس کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ آپ کے خلاف گندی کتابیں پہلے بھی لکھی گئیں۔ مگر وہ دل آزاری میں اتنی بڑھی ہوئی نہ تھیں جتنی اب ہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ ان کی اشاعت اتنی نہ ہوئی جتنی اس وقت کی جاتی ہے۔ دوسرے اس وقت لکھنے والے محض گالیوں پر اکتفا کرتے تھے۔ مگر اب ایسے سائنٹفک طریق استعمال کئے جاتے ہیں کہ ان کی بدزبانیوں کی قلب پر چوٹ پڑتی ہے۔ پس کیا بلحاظ تواتر کے۔ اور کیا بلحاظ مضامین کے اور کیا بلحاظ اشاعت کے اور کیا بلحاظ اس کے کہ قوم کی قوم ایسے لوگوں کے پیچھے کھڑی ہے۔ پہلے زمانہ کے حملوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ موجودہ حالت ان باتوں کی متقاضی نہ تھی جو اسلام کے خلاف دشمن کر رہے ہیں۔ پہلے جب رسول کریم ﷺ کے خلاف کتابیں لکھی جاتی تھیں اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تعلیم کہ 'تمام دنیا میں نبی آئے' قائم نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اس وجہ سے آپ پر کفر کے فتوے دیئے جاتے تھے۔ مگر پھر آپ کی اس تعلیم نے گھر کرنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج وہ لوگ جو اس وجہ سے آپ پر کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ اسے اسلام کی طرف سے پیش کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا بیشتر حصہ اس بات پر قائم ہو گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کے بزرگ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے۔ اور ان کی ہتک نہ کرنی چاہیے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس وقت جب کہ مسلمان ہندوؤں کے بزرگوں کی تعریف کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ ایسی کتابیں آریوں کی طرف سے شائع ہو رہی ہیں جن میں مسلمانوں کی دل آزاری کی جارہی ہے۔ ان حالات میں اگر مسلمانوں کے دلوں میں ہندوؤں کے متعلق نفرت اور غصہ کی لہر پیدا ہو تو کوئی حیرت کی بات نہیں لیکن میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ ہر غصہ کے وقت جو لہر دل میں

پیدا ہوا اس کے متعلق سوچنا چاہئے کہ کس بات کے لئے غصہ اور جوش پیدا ہوا ہے۔ اگر جوش اور غصہ اپنے نفس کے لئے پیدا ہوا ہے تو پھر جو نفس کہے اسے مان لینا چاہیے۔ اگر ہمارا غیظ و غضب اپنی ذات کے لئے ہے تو پھر جو نفس کہتا ہے کرنا چاہیے اور اگر نفس کہتا ہے گالیاں دو۔ تو گالیاں دینی چاہیں۔ اگر نفس غصہ ہونے کے لئے کہتا ہے۔ تو غصہ ہونا چاہیے لیکن ہمارا غصہ ہمارا غضب ہماری غیرت اور ہمارا جوش اپنے نفس اور اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ جس کی ہتک کی جاتی ہے۔ وہ ایسی اعلیٰ تعلیم لے کر آیا کہ یہ گالیاں دینے والے اس تعلیم کے کناروں تک تو کیا اس کی ادنیٰ حد تک بھی نہیں پہنچے۔ اور اگر ہمارا جوش اس لئے ہے کہ وہ انسان جسے دشمن بد نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس کے بغیر کوئی انسانیت ہی نہیں۔ اور کوئی روحانی رتبہ ہی نہیں۔ پھر اگر ہمارا جوش اور غصہ اس لئے ہے کہ جس انسان پر حملے کئے جاتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا اعلیٰ سے اعلیٰ اور بہترین نمونہ ہے۔ جس سے بڑھ کر انسان میں طاقت ہی نہیں۔ اگر صحیح ہے۔ تو پھر غصہ اور جوش کے وقت ہمارے مد نظر یہ بات رہنی چاہیے کہ اس غصہ پر بھی اسی انسان کی حکومت قائم ہو جس کی حکومت ہمارے سکون اور اطمینان پر ہے۔ اسی طرح اگر ہمارا غصہ اور جوش اسلام کے لئے ہے۔ تو وہ اسلامی احکام کے ماتحت ہونا چاہیے۔ اور اسلام جہاں یہ کہتا ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لئے غیرت دکھاؤ۔ اسلام جہاں یہ حکم دیتا ہے کہ جس دل میں خدا اور رسول کی محبت کسی اور چیز سے کم ہے اس میں ایمان ہی نہیں۔ وہ خدا کے غضب کے نیچے ہے۔ جس کا اسے انتظار کرنا چاہیے کہ وہ آئے اور اسے تباہ کر ڈالے۔ وہاں اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ اعلیٰ اخلاق کو کسی حالت میں بھی نہ چھوڑو۔ خواہ غصہ میں ہو یا آرام میں پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان خطرناک دنوں میں اپنے جوشوں کو قابو میں رکھیں اور بجائے کسی اور طرح نکالنے کی کوشش کرنے کے اس طرح نکالیں جس سے اسلام کو فائدہ پہنچے دیکھو راجباہوں کے ذریعہ بھی پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے۔ مگر بند توڑ کر آنے والا پانی کھیتی کو تباہ اور برباد کر دیتا ہے۔ اور راجباہ کا پانی کھیت کو سیراب کرتا ہے۔ اسی طرح غصہ کی حالت کی کارروائی ایسی ہوتی ہے۔ جیسے نہر کا کنارہ ٹوٹ جانے سے پانی کا نکلنا یا دریا کا اچھل پڑنا۔ کوئی انسان اس بات پر خوش نہیں ہو سکتا کہ دریا میں طغیانی آئی۔ کیونکہ طغیانی بربادی اور تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ اسی طرح غصے کی کارروائی بھی تباہی لاتی ہے جوش اور غیرت قابل قدر جذبات ہیں۔ مگر اسی حد تک کہ عقل پر پردہ نہ ڈالیں اگر پردہ ڈالیں تو انسان صحیح طور پر کام نہیں کر سکتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اصل کام کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔

جو لوگ جلدی جوش میں آجاتے ہیں۔ وہ جلدی ٹھنڈے بھی ہو جاتے ہیں۔ اور جو جوش میں کم آتے ہیں وہی کام کرتے ہیں۔

اس خطرناک وقت میں جس سے زیادہ خطرناک وقت رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنے والی قوم کے لئے سمجھنا مشکل ہے۔ جب ایک قوم کی قوم دیدہ دانستہ مسلمانوں کو بھڑکانے کے لئے ان کی محبوب ترین ہستی کو گالیاں دیتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے حال کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو انسانی فطرت سے واقف ہو۔ کتنی مشکل بات ہے۔ اگر مسلمان گالیوں کا جواب گالیوں سے دیتے ہیں تو اس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر چپ رہتے ہیں تو ان کی آئندہ نسل میں بے غیرتی پیدا ہونی لازمی ہے۔ کیونکہ جو قوم اپنے بزرگوں کے متعلق گالیاں سن کر چپ رہتی ہے۔ اس میں بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہے۔ غرض آج اگر مسلمان آریوں کی گالیوں کے مقابلہ میں چپ رہتے ہیں تو آئندہ نسلیں بے حیا اور بے غیرت ہو سکتی ہیں۔ اور اگر جوش اور غصہ کا اظہار کرتے ہیں تو اس کے لئے صحیح اظہار کا موقع نہیں ملتا۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کی اپنی حکومتیں نہیں کہ ایک دوسرے پر فوج لے کر چڑھ دوڑیں دونوں غیر قوموں کے ماتحت ہیں اور جب کہ ہمارے نزدیک محمد ﷺ کو گالیاں دینا بدترین فعل ہے۔ اس حکومت کے نزدیک معمولی بات ہے۔ بلکہ ممکن ہے حکومت کے بعض عُمّال کے نزدیک اچھی بات ہو۔ بعض شریف الطبع انگریز رسول کریم ﷺ کے خلاف بدزبانی سن کر غصہ میں آجاتے ہیں۔ اور رسول کریم ﷺ کی عزت کا خیال رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ گو اس طرح نہیں جیسے مسلمان۔ مگر پھر بھی کئی ایسے ہو سکتے ہیں جو حیران ہوتے ہوں کہ محمد ﷺ کو گالیاں دینا کونسی ایسی بات ہے جس پر مسلمان اس قدر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کے لئے کس قدر مشکلات ہیں۔ قانون ہمارے اختیار میں نہیں کہ اس کے ذریعہ جوش نکال سکیں۔ اور خاموش اس لئے نہیں رہ سکتے کہ آئندہ نسلیں تباہ نہ ہو جائیں اور ان میں بے غیرتی نہ پیدا ہو جائے۔ قانون ایک ایسی قوم کے ہاتھ میں ہے جس کے احساسات شریفانہ طور پر خواہ ہمارے ساتھ کتنے ہی ملتے ہوں مگر ہمارے جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس وجہ سے بسا اوقات کسی امر کے متعلق گورنمنٹ کو توجہ دلانا بے فائدہ ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات حکام سمجھتے ہیں یہ ذرہ ذرہ سی بات پر چڑنے والے لوگ ہیں ورنہ یہ بھی کوئی بات ہے جس کی شکایت کر رہے ہیں۔ اس حالت میں ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے جذبات و احساسات کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ پس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو اور ان دوسرے مسلمانوں کو جو میری باتیں توجہ سے

سنتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہتا ہوں کہ اس وقت جوش میں لانے اور بھڑکانے والی باتیں مفید نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس جوش کو قابو میں رکھ کر مستقل قربانی کی جائے جو لوگ اسلام کے لئے مستقل قربانی نہیں کر سکتے۔ ان کا جوش حقیقی جوش نہیں ہے۔ بلکہ دھوکا اور فریب ہے۔ ابھی ہمارا ایک بھائی اور اس کا ایک رشتہ دار قید خانہ میں گئے ہیں محض اس لئے کہ انہوں نے ہائیکورٹ کے ججوں کے نزدیک ایک جج کی ہتک کی ہے۔

میں ہرگز ان ججوں سے اتفاق نہیں کرتا اور میرے نزدیک مسلم آوٹ لُک (Muslim Out Look) نے ہرگز ہتک نہیں کی میں تو یہ کہتا ہوں بجائے اس کے مسلم اوٹ لک کو اس مضمون کی وجہ سے سزا دی جاتی۔ ججوں کو چاہیے تھا۔ کہ اس کی آواز کی قدر کرتے۔ جو رسول کریم ﷺ کی عزت کو محفوظ رکھنے کے لئے اٹھائی گئی تھی۔ مگر ججوں کا ادھر ذہن منتقل نہ ہوا۔ بلکہ اس طرف گیا کہ مسلم اوٹ لک نے جج کی ہتک کی ہے۔ اس وجہ سے مسلم آوٹ لُک کے ایڈیٹر و پرنٹر کو سزا دے دی۔ حالانکہ جو شخص اس مضمون کو ٹھنڈے دل سے پڑھے گا۔ یا ان جذبات کو مدنظر رکھ کر پڑھے گا۔ جو ایک مسلمان کے ہوں۔ وہ ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں جج کی ہتک کس طرح ہوئی ہے۔ میرے نزدیک مسلم آوٹ لُک کا یہ جرم نہیں تھا بلکہ اس نے قابل تعریف بات کی تھی کہ رسول کریم ﷺ کے متعلق غیرت دکھائی تھی۔ ہر مذہب کے آدمی کو اس کی قدر کرنی چاہیے تھی کہ آوٹ لُک کا ایڈیٹر اپنے رسول کے متعلق وفادار انسان ہے۔ اور وفاداری پر کوئی ناراض نہیں ہوا کرتا۔ مگر ججوں کے نزدیک یہی بات ثابت ہوئی کہ اسے سزا دینی چاہیے۔ اس وجہ سے مسلمانوں میں اور جوش پیدا ہو گیا۔ اور اب ان کے سامنے یہ معاملہ آگیا کہ ایک ہائی کورٹ کے جج کی ہتک کے الزام میں تو ہائی کورٹ نے ایک ہفتہ کے اندر اندر سزا دے دی۔ لیکن رسول کریم ﷺ کی ہتک کرنے والا دو اڑھائی سال مقدمہ بھگت کر بالکل بری ہو گیا۔ جو ایک ایسا امر ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی طبائع میں جوش پیدا ہونا لازمی بات ہے۔ وہ حیران ہیں۔ اس قانون اور اس انتظام پر کہ ایک جج کی ہتک کا اثر تو ہائی کورٹ پر اتنا پڑا کہ ہفتہ کے اندر اندر ایڈیٹر اور پرنٹر مسلم آوٹ لُک کو جیل خانہ میں بھیج دیا۔ مگر محمد ﷺ کی ہتک کرنے والا مہینوں آزاد پھرتا رہا۔ اور آخر بالکل آزاد ہو گیا پھر یہاں کہنے والا تو صرف یہ کہتا ہے۔ کہ جج کو مستعفی ہو جانا چاہئے۔ اور اس کی تحقیقات ہونی چاہئے کہ کن حالات کے ماتحت یہ فیصلہ ہوا۔ مگر وہاں گندی سے گندی گالیاں دی گئی ہیں۔ پھر جس انسان کو گالیاں دی گئی ہیں وہ ہستی ہے کہ جس کے لئے

کروڑوں انسان قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔اور جس کے تقدس پر کروڑوں انسان یقین رکھتے ہیں۔ لیکن جس کی ہتک کا مجرم ایڈیٹر مسلم اوٹ لک قرار دیا گیا ہے۔اس سے ایک آدمی بھی اس قسم کا اخلاص نہیں رکھتا۔ پھر ایک طرف گندی گالیاں ہیں۔اور دوسری طرف یہ کہ جن حالات میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ان کی تحقیقات کی جائے۔بے شک اس کے سخت معنی بھی ہو سکتے ہیں جو ججوں نے لئے ہیں۔مگر اچھے بھی ہو سکتے ہیں۔میں کوئی قانون دان نہیں۔مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے۔عدالتیں شک کا فائدہ ملزم کو ہی دیتی ہیں۔مگر "مسلم آوٹ لک" کے مقدمہ میں ایسا نہیں ہوا۔اور مسلمانوں کی طبائع میں ہیجان پیدا ہونا قدرتی بات ہے۔ لیکن پھر بھی اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ اگر اسلام اور شریعت کی عزت کو قائم رکھنا ہے تو اسلام جب یہ کہتا ہے کہ حکومت کے قانون کی پابندی کرو تو ضرور کرنی چاہئے۔اگر ہمارے جوش اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔تو اس کے قانون کی پابندی کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔رسول کریم ﷺ سے ہمارے دو قسم کے تعلقات ہو سکتے ہیں۔ایک حقیقی جو آپ کی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے ہوں۔اور دوسرے وہ جو ورثہ میں ملے ہوں۔یعنی ماں باپ کی طرف سے رسول کریم ﷺ کی محبت ملی ہو۔اب اگر ہم جوش اور غصے کی حالت میں رسول کریم ﷺ کی تعلیم کو بھول جاتے ہیں تو آپ سے ہمارا تعلق حقیقی نہیں ہوگا بلکہ ورثہ کا ہوگا۔ لیکن اگر جوش کے وقت ہم آپ کی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہیں تو پھر ہمارا آپ سے حقیقی تعلق ہوگا۔اور یہی فخر اور خوشی کی بات ہے۔وہ محبت کوئی محبت نہیں جو ماں باپ سے ورثہ میں ملی ہو۔ محبت وہی ہے جو اپنے دماغ اور عقل سے ملی ہو۔اس وقت میں اپنی جماعت کو اور دوسرے انسانوں کو جن میں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ ہزاروں میری بات کو توجہ سے سن رہے اور قبول کر رہے ہیں۔ نصیحت کرتا ہوں کہ اس وقت اسلام پر سب سے زیادہ نازک زمانہ آیا ہوا ہے۔اس وقت تمہیں یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ ہم محمد ﷺ کی تعلیم پر چلتے ہوئے کسی قسم کے فساد کے لئے تیار نہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکمل شریعت دی ہے۔اور مکمل دماغ دیا ہے۔اس کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ مسلمان عقل سے کام نہیں لے سکتے دیوانہ پن ہے۔کیا خدا تعالیٰ نے ہمیں کوئی ایسے سامان نہیں دیئے کہ ہم محمد ﷺ کی تعلیم پر چلتے ہوئے آپ کی عزت کو بچا سکیں؟ اگر فی الواقعہ نہیں دیئے۔تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ محمد ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی عزت کے بچانے کے لئے کوئی سامان نہ دیئے ہوں۔پس مسلمان کو چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کی عزت کو بچانے کے لئے غیرت دکھائیں۔مگر ساتھ ہی یہ بھی دکھا دیں کہ ہر ایک مسلمان اپنے نفس کو

قابو میں رکھتا ہے۔ اس سے مغلوب نہیں ہوتا۔ جب مسلمان یہ دکھادیں گے تو دنیا ان کے مقابلہ سے خود بخود بھاگ جائے گی کیونکہ دنیادار اسی کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ہیں جس کی نسبت جانتے ہیں کہ اس کا نفس اس کے قابو میں نہیں۔ چھوٹے بچوں سے فطرت صحیح کا خوب پتہ لگتا ہے۔ بچے اسی کو چڑاتے ہیں جو ان کی باتوں سے چڑے۔ بچے چڑنے والے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی نہ چڑے تو پیچھے نہیں پڑتے۔ مجھے یاد ہے بچپن میں لڑکے مجھے میاں صاحب میاں صاحب کہتے تھے۔ اور میاں چونکہ ملاّ کو کہتے ہیں۔ اور اس کے متعلق شعر بنائے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے سناسنا کر پڑھتے۔ تین چار دن پڑھتے رہے۔ لیکن جب میں نے ان کی طرف توجہ نہ کی تو پھر وہ مایوس ہو کر خود بخود ہی ہٹ گئے۔ اگر اس وقت میں غصہ کا اظہار کرتا تو مدتوں بچوں کے لئے کھیل بنا رہتا۔

اب اگر مسلمان سچے طور پر اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اور اس طرح غیرت دکھائیں اور اقرار کریں کہ ہم ان لوگوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھیں گے جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں۔ یا جو ان کے ساتھی ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے سودا خریدنا قطعاً بند کر دیں گے ہاں مصیبت کے وقت ان کی ہمدردی کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ لیکن سودا ایک پیسے کا نہ خریدیں گے۔ اگر مسلمان اس پر پورے طور پر عمل کریں تو تھوڑے ہی دنوں میں ہندوؤں کی آنکھیں کھول سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس کی بجائے لڑنا شروع کر دیں اور گورنمنٹ کو دھمکیاں دینے لگیں۔ تو نہ ادھر کے رہیں گے نہ ادھر کے۔ میرے نزدیک گورنمنٹ کا اس بارے میں اتنا قصور نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہائی کورٹ کا فیصلہ ہے۔ اور گورنمنٹ مجبور ہے کہ اس کا احترام کرے۔ ورنہ گورنر خود اعلان کر چکا ہے کہ یہ فیصلہ گورنمنٹ کے لئے حیرت کا موجب ہے۔ اس زمانہ میں سکھاشاہی نہیں۔ بلکہ قانون کے مطابق خواہ غلط ہو یا صحیح کام چلتا ہے۔ پس گورنمنٹ کا اس میں قصور نہیں۔ ہائی کورٹ کے لئے جو قانون بنایا گیا ہے۔ گورنمنٹ اس کا احترام کرنے کے لئے مجبور ہے۔ اور آج جو بات ہائی کورٹ میں ہمارے خلاف ہوئی ہے۔ کل وہی دوسروں کے خلاف ہو سکتی ہے۔ وہی ہائی کورٹ فیصلہ کرے گی کہ ہندوؤں کے بزرگوں کے خلاف اگر کوئی لکھے تو وہ بھی قابل سزا نہ ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ غلط ہے اور ہمیں یہ بات بری لگتی ہے۔ ہم اس عقل کو کوڑی کے برابر بھی نہیں سمجھتے جس کے نزدیک جسٹس دلیپ سنگھ کی ہتک کے لئے تو قانون موجود ہے لیکن رسول کریم ﷺ کی ہتک کے لئے کوئی قانون نہیں۔ مگر قانون کا احترام امن کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ اور بعض باتوں کو برداشت کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت جو کچھ ہوا اس میں میرے نزدیک گورنمنٹ نہیں بلکہ ہائی کورٹ کی غلطی ہے۔ مگر یہ ہندوؤں کا فریب ہے کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ کے خلاف جوش دلا رہے ہیں۔ تا کہ مسلمان گورنمنٹ سے لڑ کر تباہ ہو جائیں اور پھر حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں آجائے۔ یہ ہندوؤں کا فریب ایسا ہی ہے۔ جیسا ایک زمیندار نے سید مولوی اور ایک عام آدمی ان تینوں کے ساتھ کیا تھا۔ ہندو چاہتے ہیں کہ پہلے مسلمانوں کو گورنمنٹ سے لڑوائیں۔ اور اس طرح تمام مسلمانوں کو تباہ کر دیں۔ پھر اکیلے رہ کر گورنمنٹ کا مقابلہ کریں۔ اب گورنمنٹ بھی بے وقوف ہوگی اگر وہ اس دھوکے میں آجائے۔ اور مسلمان بھی بیوقوف ہوں گے اگر وہ یہ دھوکا کھا جائیں۔ مسلمانوں میں سے جو لوگ عقلمند ہیں انہیں فکر ہونی چاہئے کہ ہندوؤں کے اس جال کو توڑ دیں۔ اسی طرح انگریزوں میں سے جو عقلمند ہیں انہیں چاہئے کہ ہندو نوازی کو ترک کریں۔ گورنمنٹ محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک مسلمانوں سے صلح نہ رکھے۔ اور مسلمان محفوظ نہیں ہو سکتے جب تک گورنمنٹ سے صلح نہ رکھیں۔ ہندوستان کے وہ افسر جو مینڈک کی طرح وسیع نظر نہیں رکھتے انگریزی قوم کے دشمن ہیں۔ اور وہ مسلمان جو اپنے عارضی فوائد کی خاطر مسلمانوں کے مستقل فوائد کو قربان کر رہے ہیں مسلمانوں کے اصل قائم مقام نہیں ہیں۔ اس وقت میں مسلمانوں کو سب سے بڑی نصیحت یہی کروں گا کہ حکومت کا مقابلہ نہ کریں۔ اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا پہلے ہندو مسلمان دونوں مل کر گورنمنٹ کا مقابلہ کر چکے۔ اور اس کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں۔ پھر اکیلی مسلمان قوم گورنمنٹ اور ہندوؤں کے مقابلے میں کیا کر سکتی ہے۔ چونکہ اب نہایت نازک وقت ہے اس لئے مسلمانوں کو عقل سے کام لینا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنا چاہئے۔ ورنہ بجائے اسلام کی طاقت کا موجب بننے کے اس کی کمزوری کا باعث بن جائیں گے۔ اور بجائے خدا تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کے اس کی ناراضگی کے مورد ہو جائیں گے۔

اس وقت میں اپنی جماعت کو جو یہاں رہتی ہے۔ اس خطبہ کے ذریعے اور جو باہر رہتی ہے اسے خطبہ کے چھپنے پر آگاہ کرتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے ہماری جماعت کو بڑا جوش عطا کیا ہے مگر بات جب ہے کہ مستقل کام کا ارادہ کر لیا جائے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ایسے جوش کی حالت میں بھی ہماری جماعت آپے سے باہر نہیں ہوئی۔ اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ احمدی قوم نے وہ تعلیم جذب کر لی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہندو گورنمنٹ کو ہم سے بدظن کریں گے اور بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ

بعض افسر ناراض بھی ہو جائیں۔ مگر ہمیں اس کی پرواہ نہیں اگر اسلام کی خدمت کرتے ہوئے گورنمنٹ ہندوؤں کے کہنے سے قید نہیں بلکہ پھانسی پر چڑھادے تو ہم پرواہ نہ کریں گے لیکن ہم قانون کی پابندی کریں گے۔ اور امن قائم رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اور مسلمانوں سے بھی کہیں گے کہ فوری طور پر جوش میں نہ آؤ۔ بلکہ اسلام کی خدمت کے لئے مستقل طور پر کوشش کرو۔ صرف ریزولیوشن پاس کر دینے سے کچھ نہیں بنتا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ریزولیوشن پاس کرنا اچھا نہیں۔ یہ بھی مفید ہو سکتے ہیں مگر یہ کہ صرف ریزولیوشن پاس کیا جائے مفید نہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ کام کر کے دکھائیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس وقت وہ صحیح رستے پر چلنے کی ہمیں توفیق دے اور رسول کریم ﷺ کی تعلیم پر عمل کرنے کے ایسے ذرائع بتائے کہ ہم اسلام کی عظمت دنیا میں قائم کر سکیں۔ اور مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کو اٹھا سکیں۔

(الفضل ۵/ جولائی ۱۹۲۷ء)